23

چند ضروری باتیں

(فرمودہ ۲۳ جولائی ۱۹۲۶ء)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت پچھلے چھ جمعوں میں سے صرف ایک جمعہ پڑھانے کی توفیق مجھے ملی۔ جمعہ کے ان خطبات میں سے ایک خطبہ کے متعلق ایک طالب علم نے شکایت کی ہے۔ لیکن نہ تو اس کی کسی اور نے تائید کی ہے اور نہ میرے پاس کوئی اور اس قسم کی شکایت پہنچی ہے اور نہ ہی طالب علمانہ حیثیت میں ایک بچہ سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ کسی مضمون کو صحیح اور کامل طور پر سمجھ سکے۔ پس بحث اس شکایت کی نہیں اس لئے میں اس تحریر کو قابل التفات نہیں سمجھتا۔ لیکن جو غلط فہمی اس سے پیدا ہوئی ہے خواہ وہ طالب علم ہی کی ہو بہت بڑی ہے۔ اس لئے اس کا ازالہ ضروری ہے۔ پہلی دفعہ جب مجھ پر انفلوئنزا کا حملہ ہوا تھا تو ان دنوں کے خطبات میں سے ایک خطبہ کے متعلق اس طالب علم نے لکھا تھا اور میرا ارادہ تھا کہ اس کے متعلق بھی بیان کروں۔ لیکن بیماری کے دوسرے حملے سے پھر بیمار ہو گیا اس لئے میں اس کے متعلق کچھ بیان نہ کر سکا۔ گو جیسا کہ میں نے بتایا شکایت کرنے والا بچہ ہے۔ اس کی روایت اس لحاظ سے کہ ابھی اس کے دماغ کی نشوونما ایسی نہیں کہ بات کی تہ تک پہنچ سکے قابل توجہ نہیں۔ لیکن مضمون کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ اور مجھے اپنی بیماری کے ایام میں بہت تکلیف ہوئی کہ میں کیوں اس مضمون کے متعلق جلدی بیان نہیں کر سکتا۔ آج خدا تعالیٰ نے موقعہ دیا ہے اس لئے میں پہلے اسی کے متعلق بیان کرتا ہوں۔ وہ شکایت یہ ہے کہ خطیب نے بیان کیا ہے کہ گویا بعض پیشگوئیوں کے لحاظ سے ایک موعود مسیح میں بھی ہوں۔ کیونکہ بعض پیشگوئیاں جو مسیح موعود کے متعلق ہیں مجھ پر پوری ہوتی ہیں۔ میں خطیب کی علمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اور جماعت میں اس کی جو پوزیشن ہے اسے اور اس کے تقویٰ اور نیکی کو

مد نظر رکھتے ہوئے یہی سمجھتا ہوں کہ درحقیقت شکایت کرنے والے کو اصل بات سمجھ نہیں آئی۔ کیونکہ پیشگوئیوں کا مضمون ایسا دقیق ہوتا ہے کہ اس کے بیان کرنے میں کئی الجھنیں رہ جاتی ہیں۔ پھر بسا اوقات مضمون تو واضح ہوتا ہے لیکن سننے والے اپنے پرانے خیالات اور آرا کی وجہ سے اس کو اور رنگ دے لیتے ہیں۔ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دعویٰ مجددیت و نبوت سے لے کر برابر اپنی وفات تک یہ سمجھاتے رہے کہ مسیح موعود سے آپ کی کیا مراد ہے۔ لیکن باوجود اس کے آج تک ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو کہتے ہیں کہ آپ تناسخ کے قائل تھے۔ اور صرف ناواقف ہی ایسا نہیں سمجھتے اور ایسا نہیں کہتے بلکہ واقف بھی ایسا کہتے ہیں۔ یعنی ان لوگوں میں سے بھی بعض یہی بات کہتے ہیں جو سلسلے کے لٹریچر سے خوب واقف ہیں۔

پادری زویمر صاحب جو عیسائیوں میں اسلامی لٹریچر کے ماہر ہونے کے لحاظ سے بہت مشہور ہیں اور عربی جانتے ہیں۔ ایک دفعہ قادیان آئے اور باتوں کے سوا ان کے دل میں یہ بھی تھا کہ میں چل کر اس رنگ میں گفتگو کروں گا کہ آیا آپ لوگ تناسخ اور ارواح کے تصرف کے قائل ہیں یا نہیں۔ اگر کہا گیا نہیں تو کہوں گا تو پھر مرزا صاحب مسیح موعود کیسے ہو سکتے ہیں۔ اور اگر اس کا اقرار کیا تو کہوں گا یہ تو تناسخ ہے۔ دوسرے لوگ ان سے ملتے اور مختلف باتیں کرتے۔ وہ ان کے سامنے کچھ کچھ اعتراض بھی پیش کرتے مگر کہتے بعض سوال دل میں رکھے ہیں جو میں خلیفہ المسیح سے ہی پوچھوں گا۔ وہ سمجھتے تھے یہ سوال ایسے ہیں جن کا کوئی جواب ہی نہیں۔ اس لئے اچانک اس طرح پیش کروں گا جیسے بم پھٹتا ہے۔ غرض وہ مجھ سے ملے اور ادھر ادھر کی باتوں کے درمیان یہ سوال مجھ پر کیا کہ کیا آپ تناسخ اور ارواح کے تصرف کے قائل ہیں۔ ادھر انہوں نے یہ کہا ادھر میں نے سمجھا کہ ان کا کیا مطلب ہے اور اس طرح کیا اعتراض کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں سمجھایا حضرت صاحب کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا جو تھا وہ اس طرح نہیں تھا کہ مسیح کی روح آپ میں حلول کر گئی ہے بلکہ اس طرح تھا کہ آپ روحانی ترقی کر کے اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ حضرت مسیح کے مثیل ہو گئے تھے تو پادری زویمر ہمارے سلسلے اور ہمارے سلسلے کے لٹریچر سے خوب واقف ہیں۔ وہ ہمارے متعلق اپنے رسالہ "مسلم ورلڈ" میں نوٹ بھی لکھتے رہتے ہیں۔ مگر باوجود ہمارے لٹریچر سے واقف ہونے کے پھر بھی دھوکہ کھا گئے۔

غرض بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ بات تو واضح ہوتی ہے لیکن سمجھنے والا اس کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا۔ اس کے سماع پر پرانے خیالات ایسے جاری ہوتے ہیں کہ فرق نہیں کر سکتا اور پھر

آہستہ آہستہ ؎

ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد

کے مطابق ان خیالات میں ایسا پھنستا ہے کہ کوئی دوسرا خیال اس پر اثر نہیں کرتا۔ جیسے اگر غیر احمدیوں کو نبوت کا مسئلہ سمجھائیں تو سب کچھ سمجھ لینے کے بعد پھر بھی وہ کہہ دیتے ہیں کہ پھر کلمہ بھی نیا بنانا چاہئے۔ نماز بھی نئی بنانی چاہئے۔ حالانکہ ہم جو کچھ ان کو نبوت کے مسئلہ کے متعلق سمجھاتے ہیں اس کا یہ مفہوم نہیں ہوتا مگر چونکہ پرانے خیالات کا اثر ان کے دماغ پر ہوتا ہے۔ اس لئے جب بھی نبوت کا مسئلہ پیش ہوگا ان کے دماغ فوراً اس طرف جائیں گے کہ جب نبی ہو تو کلمہ بھی نیا ہونا چاہئے۔ تو بات کے سمجھنے میں اس طرح بھی غلطی لگ سکتی ہے۔

میرے یقین کی رو سے تمام وہ پیشگوئیاں جو حضرت مسیح موعود کے لئے تھیں۔ وہ تمام کی تمام ہمارے سلسلے کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں پوری ہو چکی ہیں۔ اور چونکہ وہ سب کی سب آپ کی ذات میں پوری ہو چکی ہیں اس لئے اب کوئی اور مسیح موعود نہیں۔ جیسا کہ آپ نے خود بھی فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا مسیح نہیں جو موعود ہو۔ ہو سکتا ہے کہ بعد میں مسیح ہوں۔ اور ہو سکتا ہے کہ پہلے بھی ہوئے ہوں۔ لیکن جسے رسول کریم ﷺ نے موعود کہا وہ حضرت مرزا صاحب ہی تھے آپ کے سوا اور کوئی نہیں۔ پس یہ تو ہو سکتا ہے کہ آپ کی مسیحیت کا پرتو اوروں پر بھی پڑ جائے اور یہ دروازہ قیامت تک کے لئے کھلا ہے مگر جو مسیح موعود ہے وہ ایک ہی ہے۔ دوسرا کوئی نہیں۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں وہ آپ کے خدام کے ذریعہ پوری ہوں۔ اور یہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ ہمارے متعلق پیشگوئیاں ہیں ان میں سے بعض ہمارے مریدوں کے ذریعہ پوری ہوں گی اور میں خیال کرتا ہوں خطیب کا بھی یہی مطلب ہوگا کہ حضرت مسیح موعود کے متعلق بعض پیشگوئیاں میرے ذریعہ پوری ہوئی ہیں۔ جیسا اس شکایت کے لکھنے والے نے بھی اپنے رقعہ میں جو مثال دی ہے اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے کہا دمشق میں مسیح موعود کے تشریف لے جانے کی متعلق پیشگوئی تھی وہ میرے ذریعہ پوری ہوئی۔

اس پیشگوئی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ میں یا میرے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ دمشق میں جائے گا۔ اب جس کے ذریعہ یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ اس کے متعلق یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ اس پر حضرت مسیح موعود کی مسیحیت کا پرتو پڑا مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ

وہ مسیح موعود ہے۔

ایسے کام دراصل انتقال کے رنگ میں ہوتے ہیں۔ ایک مرید کے ذریعہ اگر کوئی ایسی پیشگوئی پوری ہوتی ہے جو رسول کو مخاطب کرکے بتائی گئی ہو۔ یا کوئی مرید ایسا کام کرتا ہے جو رسول کے کرنے کا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس رسول کی رسالت اس کی طرف منتقل ہو گئی بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مرید کا کام رسول کی طرف منتقل ہو گیا۔ پس ہم یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ اس پیشگوئی کے ماتحت جو بھی دمشق میں گیا وہ مسیح موعود ہو گیا بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مسیح موعود کے ماننے والوں میں سے آپ کی تشریح کے مطابق جو دمشق میں گیا۔ اس کا یہ کام مسیح موعود کی طرف انتقال کر گیا۔ اور وہ پیشگوئی جو اس رنگ میں مسیح موعود کے لئے کی گئی تھی۔ اس طرح پوری ہو گئی۔

دیکھو آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ قیصرو کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں میرے ہاتھ میں دی گئی ہیں ۱۰۔ لیکن وہ کنجیاں آپ کی وفات کے بعد حضرت عمر ؓ کے ہاتھ میں دی گئیں۔ اب اس "میں" سے مراد آنحضرت ﷺ تھے۔ حضرت عمرؓ مراد نہیں تھے۔ لیکن کنجیاں حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں دی گئیں۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ کیونکہ آپ کے ایک غلام کے ذریعہ پوری ہو گئی۔ اور مرید کے ذریعہ پیشگوئی کا پورا ہونا آقا کا ہی پورا ہونا ہے۔ نہ کہ کوئی کام کرنے سے پیر کی پیری مرید کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ پس جب پیر کا کوئی کام مرید کے ذریعے ہو۔ تو یہ نہیں کہا جاتا کہ پیر نے یہ کام نہیں کیا۔ کیونکہ مرید کا کام کرنا درحقیقت پیر کا کام کرنا ہی ہے۔ اس کی مثال ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمٰی (الانفال ۱۸) میں بھی موجود ہے۔ خدا تعالیٰ رسول کریم ﷺ کو فرماتا ہے جب تو نے پھینکا تو تو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ایک فعل کو اپنا فعل بتایا ہے۔ جو درحقیقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا۔ مگر اس سے آپ خدا نہیں ہو گئے۔ بلکہ آپ کا ایک فعل خدا کی طرف منتقل ہو گیا۔ تو ایسی تمام پیشگوئیاں جو کسی مدعی کے مریدوں کے ذریعہ پوری ہوتی ہیں۔ مدعی ہی کی سمجھی جاتی ہیں۔ اور ایسے کاموں سے مدعی کا دعویٰ اس کی طرف منتقل نہیں ہو جاتا۔ بلکہ مرید کا کام مدعی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

ما رمیت میں آنحضرت ﷺ کا کام خدا تعالیٰ کی طرف منتقل ہو گیا۔ گویا یہ خدا تعالیٰ کا کام تھا۔ جو اس نے آنحضرت ﷺ سے کرایا۔ اور جب خدا نے آنحضرت ﷺ کے ذریعہ اپنا ایک کام کرایا۔ تو آپ کے لئے بہت بڑی عزت کی بات تھی۔ اور یہ ہمیشہ ہی عزت و افتخار کی بات ہوا کرتی

ہے کہ کسی غلام سے آقا کا کام سرانجام پائے یا آقا اپنا کام اس سے کرانے کے لئے اسے کہے۔ یہی بات میرے ساتھ بھی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی پیشگوئی میرے ذریعے پوری ہو جائے تو یہ میرے لئے فخر کی بات ہے اور جیسا کہ ظاہر ہے بہت سی پیشگوئیاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میرے ہاتھ سے پوری ہوئیں اور بہت سے کام آپ کے میرے ذریعے ہوئے۔ بیشک یہ میرے لئے فخر کی بات ہے کہ مجھ سے حضرت مسیح موعود کے کام ہوئے اور میں اپنے اس فخر کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق دمشق والی پیشگوئی میرے ذریعے پوری کرائی اور بھی ہیں جو میرے ذریعے پوری ہوئیں۔ اور ایسی پیشگوئیاں ایک درجن سے زیادہ ہوں گی۔ مگر میں ان سے یہ نہیں سمجھتا کہ ان کے پورا ہونے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عہدہ میری طرف منتقل ہو گیا ہے۔ بلکہ میرا کام آپ کی طرف منسوب ہو گیا۔ اور اس طرح میرے لئے موجب فخر ہو گیا۔ دیکھو ملک کی حفاظت بادشاہ کا کام ہے لیکن جب بادشاہ اس کام کو ایک جرنیل کے سپرد کر دے تو اس جرنیل کی عزت افزائی ہوتی ہے۔ اور وہ اگر اس پر فخر کرے تو اس کا فخر بجا ہو گا لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ حفاظت کا کام اس کے سپرد کر دینے سے وہ جرنیل بادشاہ نہیں ہو جاتا۔ اور نہ ہی بادشاہت اس کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس کا کام بادشاہ کی طرف انتقال پاتا ہے۔ پس یہ سچ ہے کہ یہ میرے لئے فخر کی بات ہے۔ گو میں نے اس کا کبھی اظہار نہیں کیا۔ لیکن ہے یہ میرے فخر کا باعث لیکن اس سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عہدہ میری طرف منتقل ہو گیا ہے۔ چونکہ آپ کے ذریعہ سے اور آپ کے انفاس قدسیہ کی مدد سے یہ کام کئے گئے ہیں۔ اس لئے آپ ہی ان کے مستحق بھی ہیں۔

میرا دمشق میں جانا کس وجہ سے ہوا۔ اور پھر کونسی کشش تھی جو میری طرف لوگوں کو کھینچ کر لائی۔ کس بات نے اس ملک کے باشندوں میں ایک ہیجان پیدا کر دیا۔ کیا وہ یہی کشش نہ تھی کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ ہوں۔ کیا یہی ایک بات نہ تھی جس نے وہاں ایک ہیجان پیدا کر دیا۔ اس سے کیا یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ یہ کام مسیح موعود ہی کا ہے۔ میں اگر مرزا محمود احمد کے نام سے وہاں جاتا تو کوئی بھی میرے پاس نہ آتا۔ لیکن بحیثیت خلیفۃ المسیح میرا وہاں جانا لوگوں کو میرے پاس کھینچ کر لے آنے کا باعث ہوا۔ تو یہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ہی تھا جو کشش کا باعث ہوا اور جس نے لوگوں میں ایک ہیجان پیدا کر دیا۔ وہ لوگ مسیح موعود کے

منتظر تھے اور اس بات پر بھی آمادہ تھے کہ اگر مسیح ظاہر ہو تو اس کے پاس جائیں۔ لیکن جب مسیح کا خلیفہ جس کے پاس مسیح کے بعد انہوں نے خود چل کے آنا تھا۔ خود ہی ان کے درمیان جا کھڑا ہو تو وہ کیوں نہ اس کے گرد جمع ہوتے اور کیوں نہ ان میں ایک ہیجان پیدا ہو جاتا۔ انہوں نے جب دیکھا۔ یہ ایک ایسے شخص کا خلیفہ ہے جو مسیح موعود ہونے کا مدعی ہے تو فوراً ادھر متوجہ ہوئے۔ اور یہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی توجہ کا ہی نتیجہ ہے۔ اس صورت میں کون عقلمند انسان ایسا ہو سکتا ہے جو یہ کہے کہ یہ کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نہیں بلکہ کسی اور کا ہے۔

غرض اسلام کی شان و شوکت کے لئے جو کام ہماری جماعت میں ہوتا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی طرف منسوب ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے **لو کان الایمان معلقا بالثریا لنا لہ رجل من ابناء فارس** ۲۔ مگر ایک دوسری روایت "رجال" کا لفظ بھی آیا ہے۔ یعنی ایک جگہ "رجل" کا لفظ استعمال کیا۔ اور دوسری جگہ "رجال" کا۔ اس میں یہی راز ہے کہ درحقیقت کام تو ایک ہی "رجل فارس" کا ہوگا لیکن ہتھیار کے طور پر اور رجال بھی اس کے ساتھ لگا دیئے جائیں گے اور جو اور رجال اس کے ساتھ لگائے جائیں گے وہ اسی کا کام کریں گے۔ کیونکہ اصل کام اس ایک کا ہی ہوگا۔ اس میں اشارۃ" یہ بات بتائی گئی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام میں ان کے خاندان کے اور افراد بھی بطور مددگار لگائے جائیں گے۔ پس میں جہاں تک سمجھتا ہوں میرے نزدیک خطیب کا یہی مطلب ہوگا۔

کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کی زندگی میں ہی اس کی پیشگوئیاں پوری ہو گئی ہوں۔ بلکہ مبالغہ نہ ہوگا اگر میں یہ کہوں کہ چوتھا حصہ بھی ان پیشگوئیوں کا پورا نہیں ہوتا بلکہ اکثر بعد میں پوری ہوتی ہیں۔ جس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ ایک لمبے عرصہ تک دنیا ان نشانات کو دیکھ کر ان کی طرف متوجہ ہوتی رہے۔ مثلاً" جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ کہا گیا کہ میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا تو کیا یہ کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی ہو گیا۔ اور تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچ گئی۔ تبلیغ تو شائد اس وقت تک بھی دنیا کے کناروں تک نہ پہنچی ہو۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک تبلیغ دور دور مقامات پر پہنچ گئی اور بعض ایسے مقامات پر پہنچ گئی کہ واقعی ان کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ دنیا کا کنارہ ہیں۔ لیکن ابھی وہ وقت آنے والا ہے جب کوئی کنارہ دنیا کا ایسا نہ ہوگا جس میں تبلیغ نہ پہنچی

ہوگی۔ اور یہ کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ہی ہوا اور بعد ہی ہو رہا ہے۔ اور پھر اس میں ایک آدمی ہی نہیں بہت سے آدمی کام کر رہے ہیں۔

اس پیشگوئی کے پورا کرنے میں لاکھوں آدمی شامل ہیں - اور ان لاکھوں کی کوشش سے یہ پوری ہو رہی ہے۔ لیکن دمشق کے متعلق جو ہوا۔ وہ اکیلے آدمی کے ذریعہ ہوا۔ اور مجھے اس پر فخر ہے کہ وہ اکیلا آدمی میں ہی ہوں کہ میرے ذریعے خداتعالیٰ نے اس پیشگوئی کو پورا کرایا۔ اس وقت اس خیال کو دور کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں جو اس کے متعلق ظاہر کیا گیا ہے۔ اس لئے میں اسے طول نہیں دینا چاہتا۔ صرف یہی پیشگوئی نہیں جو مجھ سے پوری ہوئی ہے بلکہ اور بھی ہیں۔ لیکن اس سے یہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود کی ادنیٰ سی مسیحیت بھی میری طرف منتقل ہو گئی۔ پس یہ ایک غلط فہمی ہے اور جیساکہ میں نے شروع میں بھی اس کے متعلق کہا کہ یہ ایک غلط فہمی ہے۔ میں غلط فہمی اسے اس لئے کہتا ہوں۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خطیب کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہوگا۔ جو شکایت کے رنگ میں میرے سامنے بیان کیا گیا۔ بلکہ اس کی منشاء کے خلاف کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے جسے دور کر دینا چاہئے۔

اس کے بعد اور مضمون ہے جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں اور جماعت کے لوگوں کو اس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ روحانیت پر جہاں ہماری جماعت زور دیتی ہے۔ وہاں بعض غلط فہمیاں بھی پیدا ہو گئی ہیں۔ اور وہ غلط فہمیاں روحانیت کے مفہوم کے متعلق ہیں۔ روحانیت کا وہ مفہوم نہیں ہے جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ انسان کے اندر ایسی باریک طاقتیں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے وہ خداتعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے اور ہر لحظہ اور بھی قریب ہوتا رہتا ہے۔ یعنی اس کے قرب پانے میں بہت کم واسطے ہوتے ہیں۔ وہ مادیت کو چھوڑتا جاتا ہے اور جیسے جیسے کوئی مادیت کو چھوڑتا جاتا ہے۔ ویسے ویسے اس کے "واسطے" جو خداتعالیٰ اور اس کے درمیان ہوتے ہیں کم ہوتے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ جتنی کوئی شئے مادی ہوتی ہے اس کے اور خدا کے درمیان "واسطے" زیادہ ہوتے ہیں۔ اور جتنی کوئی شے لطیف ہوتی ہے واسطے کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ گویا جو شئے لطیف بنتی جاتی ہے۔ خدا کے قریب ہوتی جاتی ہے۔ اور جو خدا کے قریب ہوتی جاتی ہے وہ مادی واسطوں کو توڑتی جاتی ہے۔ لیکن جتنا کوئی مادیات میں ملوث ہوگا۔ اس کے درمیان "واسطے" بھی زیادہ ہوں گے۔ مثلاً" ایک شخص جو نہایت ہی مادی ہے اس کے لئے خداتعالیٰ کے احکام بہت زیادہ واسطوں سے نازل ہوتے ہیں۔ ایک انسان ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی کے گھر ماتم دیکھتا ہے تو سمجھ لیتا ہے

کہ یہ دنیا فانی ہے اور مجھے بھی ایک دن مرنا ہے میں آخرت کی فکر کروں۔ لیکن ایک اور شخص ہوتا ہے جو بیمار کو دیکھ کر سمجھ جاتا ہے کہ بیماری کا نتیجہ موت ہے۔ اس میں اس شخص کے سمجھنے کی نسبت واسطے کم ہوگئے۔ پھر ایک اور شخص ہے وہ احتیاج کو دیکھ کر ہی سمجھ لیتا ہے۔ کہ انسان روزانہ کھاتا ہے۔ پیتا ہے۔ پہنتا ہے اور اور طرح کی احتیاجوں میں پھنسا ہوا ہے۔ پس کوئی خدا ہے جو سب احتیاجوں کا پورا کرنے والا ہے۔

یہ تو موٹی مثالیں میں نے بیان کی ہیں۔ ہر امر میں روحانی ترقی کرنے والوں کے لئے واسطے کم ہوتے جاتے ہیں اور جیسے جیسے کوئی شخص روحانیت میں ترقی کرتا جائے گا ویسے ویسے خدا اور اس کے درمیانی واسطے بھی کم ہوتے جائیں گے۔ آخر انسان کی روحانیت یہاں تک ترقی کر جاتی ہے کہ ملائکہ کے ذریعہ اس پر کشوف ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے سوا کوئی مادی واسطہ درمیان میں نہیں رہتا۔ پھر اور ترقی ہوتی ہے اور بعض ایسے احکام نازل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ جو شریعت میں موجود ہوتے ہیں مگر توجہ دلانے کے لئے پھر نازل ہوتے ہیں۔ پھر اور آگے ترقی ہوتی ہے۔ اور ایسے مقام پر انسان پہنچ جاتا ہے جہاں ملائکہ بھی درمیان سے ہٹ جاتے ہیں۔ یعنی ملائکہ کا جو واسطہ درمیان میں ہوتا ہے۔ وہ بھی نہیں رہتا اور ملائکہ بجائے واسطہ ہونے کے اس کلام کے ساتھ چوکیدار کے طور پر آتے ہیں۔ تب انسان ایسا کامل ہو جاتا ہے کہ نہ صرف لفظوں میں ہی خدا کا کلام اس پر اترتا ہے بلکہ ہر وقت اس کے قلب پر اس کے انوار کا پرتو پڑتا رہتا ہے۔ یہ حالت کسی کو نماز میں رونا آجانے سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ کیونکہ یہ طبعی حالات سے تعلق رکھتی ہے۔ مادی ذرائع سے مادی اشیاء اور مادی لذائذ ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ جیسے کھانے سے زبان کو مزہ آتا ہے۔ وہ اذکار وغیرہ جن کا مادیات سے تعلق ہوتا ہے ان سے کچھ مزہ تو آتا ہے لیکن روحانیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ جیسے کھانے سے مزہ تو آتا ہے لیکن یہ نہیں ہوتا کہ وہ مزہ بھی حاصل ہو جائے جو ایک دوست سے ملنے کی خوشی سے حاصل ہوتا ہے۔

دنیا میں دو قسم کی لذتیں ہیں۔ ایک انسان کے اندر سے آتی ہے اور ایک باہر سے۔ تمام وہ اذکار اور وظیفے جو عام طور پر کئے جاتے ہیں تمام کے تمام ظاہری ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعے زیادہ سے زیادہ اگر کچھ ہوتا ہے تو یہ ہوتا ہے کہ انسان میں جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور مثال بعینہٖ یہ ہوتی ہے جیسے کوئی شخص سخت گھبرایا ہوا ہو غموں فکروں اور صدموں کا مارا ہوا ہو۔ اسے افیون کھلا دی جائے یا بھنگ پلا دی جائے یا شراب پلا دی جائے اس سے کچھ دیر کے لئے وہ شخص غموں سے نجات پا

جاتا ہے کیونکہ اس کے احساسات مار دیئے جاتے ہیں۔ لیکن اس طرح حقیقی خوشی نہیں حاصل ہوتی۔ لیکن چونکہ اس کے علم فکر اور جذبات کو مار دیا جاتا ہے اس لئے وہ شخص سمجھتا ہے۔ مجھے خوشی حاصل ہوگئی۔ حالانکہ یہ خوشی نہیں اور اگر یہ خوشی ہے تو یہ ایسی نہیں جو اندر سے پیدا ہوئی۔ بلکہ یہ ایسی ہے جو باہر سے آئی اور چونکہ وہ باہر سے آئی ہے اس لئے حقیقی خوشی نہیں۔

حقیقی خوشی وہ ہوتی ہے جو اندر سے پیدا ہو۔ جو باہر سے ہے وہ نقلی ہے آگے نقلی خوشی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اصل کا رستہ صاف کرنے کے لئے آتی ہے۔ اور دوسری وہ جو اصلی سے ہٹا دیتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک تو شراب سے طاقت دی جاتی ہے۔ دوسری ورزش سے طاقت دی جاتی ہے۔ دنیا میں نہ کوئی عقل مند ایسا ہے اور نہ کوئی ڈاکٹر جو ان دونوں طاقتوں کو برابر کہے۔ ایک Stimulent دوائیاں ہوتی ہیں۔ جو عارضی طور پر طاقت دیتی ہیں اور جب ان کا نشہ اور اثر اتر جاتا ہے تو وہ اصل طاقت کو بھی کم کر دیتی ہیں۔ اور ایک قسم کی Exhaustion (ضعف و کمزوری) پیدا کر دیتی ہیں۔ مثلاً" شراب سے عارضی طاقت پیدا کی جاتی ہے اور کچھ دیر کے لئے غموں اور فکروں کو مار دیا جاتا ہے ہے۔ لیکن ایک اس قسم کی دوائیاں ہوتی ہیں جن سے مستقل طاقت پیدا کی جاتی ہے۔ نماز روزہ وغیرظاہری عبادات اسی قسم کے اعمال ہیں جو اصلی خوشی کا راستہ صاف کرنے کے لئے ہیں۔ ان سے گویا وہ طاقت پیدا ہوتی ہے جو ورزش سے حاصل ہوتی ہے اور جو اس طاقت کی طرح عارضی نہیں ہوتی جو شراب یا افیون یا بھنگ سے پیدا کی جاتی ہے۔ یہ بے شک ظاہری پابندیاں ہیں۔ مگر یہ ایسی ہیں جن سے ایک ایسا سوراخ پیدا ہوتا ہے جس سے روحانیت کا وہ پانی انسان کے قلب میں پھوٹتا ہے جو درحقیقت انسانی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ اور اس سے ایسی طاقت پیدا ہونی شروع ہوتی ہے۔ جو رفتہ رفتہ انسان کو پوری روحانیت میں لے آتی ہے۔ لیکن وہ طاقت جو اوراد وغیرہ مصنوعی طریقوں سے پیدا کی جاتی ہے شراب یا کسی اور ایسی چیز کے ذریعہ پیدا شدہ طاقت کی طرح ہوتی ہے۔ جو عارضی ہوتی ہے اور ایک حد تک قوت واہمہ کو بڑھاتی ہے اور تمام وہ چیزیں جو قوت واہمہ کو بڑھاتی ہیں مہلک ہوتی ہیں۔ لیکن خدا کی طرف سے جو اعمال کرنے کا حکم ہے وہ Soothing ہیں۔ ان سے ایک قسم کی تسکین حاصل ہوتی ہے اور وہ قوت واہمہ کو مار دیتے ہیں۔

ہمارے ایک دوست ہیں وہ کچھ عرصہ پہلے درود وظائف اور اذکار وغیرہ کے متعلق گفتگو کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ گفتگو اس مقام پر پہنچی کہ درود وظائف سے بڑی لذت آتی ہے۔ میں نے کہا لذت تو آتی ہے لیکن لذت ہی اگر مراد ہے تو لذت تو بھنگ پینے والے کو بھی آتی ہے۔ میں یہ پوچھتا

ہوں صرف لذت ہی لذت رہتی ہے یا کچھ ملتا بھی ہے۔ اس پر وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے۔ ہمارے ایک پیر تھے جو کئی طرح کے وردو ظائف میں مشغول رہتے اور کہتے میں عرش پر سجدہ کرتا ہوں لیکن جب فصل کا وقت آتا تو گھر بہ گھر پھرتے اور غلہ جمع کرتے۔ سجدہ عرش پر کرتے تھے اور سوال زمین کے لوگوں سے کرتے تھے۔ حالانکہ سوال کرنا منع ہے۔ جو شخص عرش پر سجدہ کرتا ہو اس کے پاس تو ہر ایک چیز ہونی چاہئے۔ اور اسے کسی سے سوال نہ کرنا چاہئے مگر اس شخص کی یہ حالت تھی کہ لوگوں سے تو کہتا کہ میں عرش پر سجدہ کرتا ہوں مگر سوال دوسروں سے کرتا۔ حالانکہ مومن تو اپنے کام کا صلہ لینا بھی پسند نہیں کرتا کجا یہ کہ سوال کے لئے ہاتھ پھیلائے۔

دیکھو آنحضرت ﷺ نے جو بھی کام دنیا میں کیا سراسر دنیا کی بھلائی کے لئے کیا مگر باوجود اس کے آپ نے کبھی کوئی صلہ طلب نہیں کیا بلکہ یہی فرماتے رہے ہم اس کا اجر نہیں مانگتے۔ باوجود اس کے کہ آنحضرت ﷺ نے اجر طلب نہیں کیا خدا نے آپ کو دیا۔ یہ جو ہزار ہا انسان آپ پر درود پڑھتے ہیں یہ اجر ہی ہے۔ اگر آپ وہ کام نہ کرتے جو آپ نے دنیا کے لئے کئے تو کون آپ پر درود بھیجتا۔ غرض آپ کو اجر تو ملا لیکن آپ کے دل میں یہ خواہش نہ تھی کہ ملے مگر اللہ تعالیٰ دلاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ بندوں کو ناشکرا نہیں بنانا چاہتا۔ غرض مومن اگر کوئی کام کرتا ہے تو اس کے اجر کے لئے سوال نہیں کرتا لیکن خدا تعالیٰ جب اسے دلاتا ہے تو پھر انکار بھی نہیں کرتا کیونکہ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ انکار سے کفران نعمت لازم آتا ہے۔ مگر ایک شخص سجدہ تو عرش پر کرتا ہے مگر اس کی خواہشات مٹتی نہیں جو لذت اسے درود وظائف سے حاصل ہوتی ہے وہ دراصل بھنگ پینے والوں کی لذت کے برابر ہے۔

حقیقی روحانیت اس تعلق باللہ کا نام ہے جس سے بلا واسطہ ایک شخص اپنا تعلق خدا کے ساتھ محسوس کرتا ہے اور جس سے رفتہ رفتہ وہ ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے کہ فرشتوں کو بھی درمیان سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ معراج میں یہی ہوا۔ ایک مقام پر پہنچ کر جبرائیل بھی رک گئے۔ مگر یہ بات اوراد کے ذریعہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ ان طریقوں پر عمل کرنے سے ہو سکتی ہے جو شریعت نے مقرر کئے ہیں۔

یہ آخری زمانہ کے لوگ جو بدعتی ہیں لوگوں کو بھنگ وغیرہ پلا کر نظارے دکھاتے اور کئی کئی دنوں کے نظارے دکھاتے ہیں۔ جس سے لوگ سمجھتے ہیں کہ بس جی پیر صاحب بڑے باکمال ہیں کہ اتنے لمبے عرصہ کے نظارے تھوڑے وقت میں دکھا دیئے مگر یہ پیر صاحب کا کمال نہیں ہوتا بلکہ

بھنگ کا کمال ہوتا ہے۔ بھنگ پینے والے کو وقت لمبا نظر آتا ہے۔ اب بھنگ پینے والا اگر بھنگ کے نشہ اور اثر کے نیچے کوئی خواب دیکھے تو اسے بڑا لمبا نظر آئے گا۔ میں نے دیکھا ہے بعض نادان یہ کہہ کر بڑا خوش ہوتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب بڑے باکمال ہیں کہ انہوں نے اپنی توجہ سے ہمیں چھ چھ ماہ کا نظارہ تھوڑے سے وقت میں دکھا دیا حالانکہ لمبے عرصے کے صحیح حالات کو تھوڑے سے وقت میں دیکھنا بہت کم ہوتا ہے۔ میں نے ساری عمر میں ایک ہی ایسی خواب دیکھی جس میں دو دن کا نظارہ تھوڑے وقت میں دیکھا مگر یہ لوگ جو رُوحانیت سے بالکل کورے ہوتے ہیں اس قسم کے دعوے کرتے ہیں جیسے روحانیت میں بڑے باکمال ہیں۔ مگر جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ وہ روحانیت نہیں ہوتی بھنگ ہوتی ہے۔ یا کوئی اور شئے کہ کچھ عرصہ کے لئے لذت دیتی ہے۔ پس میں اپنی جماعت کے دوستوں کو کہتا ہوں - کہ وہ حقیقی روحانیت حاصل کرنے کی کوشش کریں نہ کہ ان لذتوں سے یہ سمجھ لیں کہ ہم نے روحانیت پالی۔

میں یہ اعلان بھی کرنا چاہتا ہوں کہ صحت کی خرابی کی وجہ سے جو جلسے سے چلی آتی ہے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کچھ دنوں کے لئے کسی پہاڑی علاقہ میں جاؤں۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ جمعرات کو یہاں سے چلوں گا چونکہ اس جمعہ کے بعد اور جمعہ ایسا نہیں آئے گا جس میں اعلان کر سکوں اس لئے میں اس جمعہ میں ہی اعلان کرتا ہوں۔ مولوی شیر علی صاحب میرے بعد مقامی جماعت کے امیر ہوں گے ضروری امور کے لئے ایک سب کمیٹی ان کے ساتھ ہوگی۔ جس کے میاں بشیر احمد صاحب مولوی سرور شاہ صاحب اور ماسٹر محمد دین صاحب ممبر ہوں گے۔ ان تینوں کو اس لحاظ سے اس کمیٹی میں رکھا گیا ہے کہ میاں بشیر احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اس لحاظ سے جو ان کا اثر ہے اس کی وجہ سے ان کو اس کمیٹی میں شامل کیا گیا ہے۔ دوسرے دونوں شخصوں کو اس لحاظ سے کہ ان کا دونوں سکولوں سے تعلق ہے۔ سکولوں کی تعداد مجتمع اور زیادہ ہے۔ مولوی شیر علی صاحب اس سب کمیٹی کے مشورے سے ضروری امور طے کریں گے۔

مجھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت میں ابھی ایسا رنگ نہیں پیدا ہوا کہ جس کے ساتھ خاص تعلق نہ ہو اسے اگر کسی کام پر مقرر کیا جائے تو اس کی بھی مانیں یہی وجہ ہے کہ لوگ جس کے ساتھ تعلق پیدا کر لیتے ہیں اس کی تو مان لیتے ہیں اور دوسرے کی نہیں مانتے۔ حالانکہ اصل فرمانبرداری یہ ہے کہ سلسلے کے مفاد کے لئے سب کی مانیں بعض لوگ غلطی سے فرمانبرداری کو غلامی سمجھتے ہیں مگر فرمانبرداری غلامی نہیں ہے۔ غلامی اور چیز ہے اور فرمانبرداری اور چیز۔ دنیا میں سب سے زیادہ آزادی

پھیلانے والے انبیاء اور ان کی جماعتیں ہوتی ہیں اور وہی سب سے زیادہ فرمانبردار ہوتی ہیں۔ اگر فرماں برداری غلامی ہوتی تو نہ انبیاء فرماں بردار ہوتے اور نہ ان کی جماعتیں۔ پس یہ غلط خیال ہے کہ فرمانبرداری غلامی ہے۔ یورپ کی جتنی قومیں ہیں سب فرمانبرداری کرتی ہیں لیکن وہی اس وقت سب سے زیادہ آزاد سمجھی جاتی ہیں۔

پھر بعض نادان ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے اندر سیاست تو ہے نہیں پھر ہم کیوں کسی کی مانیں۔ لیکن یہ بھی غلط بات ہے ہمارے اندر سیاست ہے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس حکومت نہیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم ان امور میں جن کو گورنمنٹ نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے کچھ نہیں کر سکتے اور ان کے لئے اس کے پاس جانے کے لئے مجبور ہیں لیکن اس کے علاوہ جو اور امور ہیں وہ ہماری سیاست ہے۔ پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم میں سیاست نہیں وہ نادان ہیں وہ سیاست کو سمجھتے ہی نہیں۔ سیاست کے یہی معنے ہیں کہ کسی کو کس اصول پر چلایا جائے۔ اور وہ تمام امور جن میں دنیاوی گورنمنٹ دخل نہیں رکھتی خلیفہ کے ہاتھ میں ہیں اور خلیفہ جماعت کو ان پر چلاتا ہے یعنی ان تمام امور کو مستثنٰی کر کے جن کو گورنمنٹ اپنے لئے مخصوص کر لیتی ہے۔ باقی ساری خلیفہ کی سیاست ہوتی ہے۔ مثلاً" گورنمنٹ کہتی ہے چوری نہ کرو لیکن اگر کوئی کرے تو کہتی ہے اسے ہمارے پاس لاؤ۔ اس سے وہ اپنے قانون کے مطابق سلوک کرتی ہے اور لوگ مجبور ہیں کہ اس قسم کے معاملات میں اس کے پاس جائیں۔ لیکن وہ امور جن میں گورنمنٹ نے آزادی دی ہے کہ اپنے طور پر طے کر لو۔ وہ خلیفہ کی سیاست کے ماتحت ہیں۔ جو شخص یہ نہیں مانتا کہ خلیفہ کی بھی سیاست ہے۔ وہ خلیفہ کی بیعت ہی کیا کرتا ہے۔ اس کی کوئی بیعت نہیں۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ ہماری سیاست گورنمنٹ کی سیاست سے زیادہ ہے۔ خلیفہ کے لئے سیاست وہی عقیدہ ہے جس کے لئے گیارہ سال سے میں غیر مبایعین سے جھگڑ رہا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم میں سیاست نہیں اور جب سیاست نہیں تو خلیفہ بھی نہیں کیونکہ خلیفہ بغیر سیاست کے نہیں ہو سکتا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ہم میں سیاست ہے۔

دراصل سیاست دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک سیاست تلوار والی اور دوسری محبت والی۔ خلیفہ کے پاس محبت والی سیاست ہوتی ہے۔ وہ حکم دیتا ہے۔ مانو۔ بس مان لیا جاتا ہے۔ لیکن گورنمنٹ کہتی ہے مانو نہیں تو سر اڑا دیا جائے گا۔ ان دونوں سیاستوں میں کتنا عظیم الشان فرق ہے۔ خلیفہ کو صرف زبان سے کہنا پڑتا ہے اور لوگ مان لیتے ہیں مگر گورنمنٹ کو تلوار کی دھمکی دینی پڑتی ہے اور لوگ پھر بھی

انکار کر جاتے ہیں۔ تو خلیفہ کی سیاست گورنمنٹ کی سیاست سے بھی زیادہ ہے۔ چنانچہ گورنمنٹ بھی یہ مانتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے الیکشن کے قانون میں یہ رکھا ہے کہ وہ شخص جو روحانی پیشوا ہو اور جس کے حکم کے متعلق اس کے ماتحت سمجھتے ہوں کہ اگر نہ مانیں گے تو دین و دنیا میں نقصان ہوگا اور جہنم میں جائیں گے وہ الیکشن کے موقعہ پر اپنے مریدوں کو حکم نہ دے کہ فلاں کو ووٹ دو یا نہ دو ہاں مشورہ دے سکتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ تو بار بار فرمایا کرتے تھے بلکہ اکثر آپ اس کے متعلق ڈانٹا بھی کرتے تھے ۔ میں نے ڈانٹنا تو الگ رہا کبھی اس بات کو دہرایا تک نہیں مگر میرے ایسا کرنے کے یہ معنے نہیں کہ یہ مضمون ہی باطل ہو گیا۔ مضمون بالکل ویسا ہی ہے اور درست ہے۔ لیکن یہ میرا طریق نہیں کہ اس قسم کی باتوں کو جو میرے متعلق ہوں بیان کروں۔ جہاں تک کسی معاملے کا میری ذات سے تعلق ہوتا ہے۔ میں اس سے اجتناب کرتا ہوں۔ چنانچہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میری خلافت کے زمانہ میں جو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ سے دگنا ہے۔ یہ مضمون اتنا نہیں دہرایا گیا جتنا حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں۔ اور اگر غور کیا جائے تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ مضمون دس گنا زیادہ نکل آئے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ میں نے اس کے بیان کرنے سے اجتناب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیان کرنے کی طاقت دی ہے اور اس نے یہ طاقت بھی بخشی ہے کہ میں اس سے اپنے دشمن پر غالب بھی آجاتا ہوں۔ مگر پھر جو میں نے اس امر کو بیان نہیں کیا تو اس کا یہی مطلب ہے کہ میں ان امور کے بیان کرنے سے اجتناب کرتا ہوں جن کا تعلق میری ذات سے متعلق ہوتا ہے۔ پس اس سیاست کے مسئلے کو اگر میں نے بار بار بیان نہیں کیا تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ میں نے اس سے جان بوجھ کر اجتناب کیا۔ آپ لوگوں کو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہئے کہ خلافت کے ساتھ ساتھ سیاست بھی ہے اور جو شخص یہ نہیں مانتا وہ جھوٹی بیعت کرتا ہے۔ جو سمجھنے والے ہیں وہ تو سمجھ لیں گے لیکن جو نہیں سمجھتے میں ان سے کہتا ہوں کہ کان کھول کر سن لیں کہ ان تمام امور میں کہ جن میں گورنمنٹ اپنے پاس آنے کے لئے مجبور نہیں کرتی سب پر خلیفہ کا حکم ہے۔ اور جو یہ بات سمجھ کر بیعت نہیں کرتا۔ وہ درحقیقت بیعت بھی نہیں کرتا۔

پھر جس طرح خلیفہ کا حکم ضروری ہے اسی طرح خلیفہ جو نائب مقرر کرتا ہے اس کا حکم ماننا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ قانون کی پابندی ہر حال میں ضروری ہے۔ وہ شخص انسان پرست ہے خدا پرست نہیں جو میری ہی مانتا ہے اور میرے مقرر کردہ دوسروں کی نہیں مانتا ایسا انسان دراصل خدا کا

حکم نہیں مانتا۔ وہ اپنا انجام سوچ لے۔ پس مجھے اس اطاعت میں ہی خوشی ہو سکتی ہے جو قانون یعنی خدا کے حکم کے ماتحت ہو۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان کی اطاعت بھی کی جائے۔ اور ان کا کہا بھی مانا جائے۔ جن کو کسی کام کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔

میں اپنے بعد یہاں کی جماعت کا امیر مولوی شیر علی صاحب کو مقرر کرتا ہوں احباب کو چاہئے کہ ان کی اطاعت کریں۔

یہ ایک مسئلہ ہے جس کی یہاں کی جماعت کو بھی ضرورت ہے اور باہر کی جماعتوں کو بھی۔ کیونکہ باہر سے بھی آواز آتی ہے کہ ہم میں سیاست نہیں اس لئے کس کی مانیں۔ ہم کہتے ہیں سیاست تو ہے حکومت نہیں۔ اور میرے نزدیک اگر کوئی شخص یہ نہیں مانتا تو وہ گویا بیعت ہی نہیں کرتا۔ نبوت اور کفرواسلام کے مسئلے میں اختلاف کرتے ہوئے ایک شخص بیعت کر سکتا ہے۔ لیکن خلافت کے اس مسئلے میں اختلاف کرکے بیعت نہیں کر سکتا۔ دیکھو یہ سمجھتے ہوئے کہ فلاں شخص نے غیبت کی یا جھوٹ بولا ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن یہ سمجھ کر کہ بے وضو کھڑا ہے ہرگز اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ جسے خبر نہیں کہ امام بے وضو کھڑا ہے اس کی تو ہو جائے گی۔ مگر جسے خبر ہے اس کی نماز نہیں ہوگی۔ کیونکہ امامت کا جو مفہوم تھا وہ نہ رہا۔ اسی طرح یہ نکاح تو ہو سکتا ہے کہ عورت عیسائی ہو اور مرد مسلمان لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک بھائی اور بہن میں نکاح ہو جائے۔ پس خلیفہ کے احکام کی اطاعت ایک ایسا ضروری امر ہے کہ جو اس کا اقرار نہیں کرتا بلکہ اس سے اختلاف رکھتا ہے وہ بیعت میں بھی شامل نہیں ہو سکتا۔

دوستوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ سوائے ان امور کے جن میں نص شرعی موجود ہو یا جن کو گورنمنٹ نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہو۔ باقی سب میں خلیفہ کی سیاست ہے۔ خواہ وہ روحانی ہوں یا اخلاقی ہوں یا جسمانی ہوں یا تمدنی ہوں۔ ان میں خلیفہ کی اطاعت کرنی چاہئے۔

ہمارے ذمے بڑی بڑی باتیں ہیں لیکن ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑتے رہتے ہیں۔ اور بڑی بڑی ذمہ داریاں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمارے ذمہ ہیں ہم سے رہ جاتی ہیں۔ آخر ایمان کیا ہے؟ اس پر غور کرنا چاہئے۔ مجھے تو یہ بیان کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ ہماری جماعت کے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں میں لڑ کر بڑی ذمہ داریوں کے ادا کرنے سے رہ جاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے ہم فلاں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کیونکہ ہم سے اس کی لڑائی ہوئی ہے۔ نماز تو فاسق و فاجر کے پیچھے بھی جائز ہے۔ مگر دیکھا یہ جاتا ہے کہ ذرا کسی بات پر جھگڑا ہوا تو کہہ دیا کہ میرا فلاں کے ساتھ جھگڑا ہے۔ میں

اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اور بعض نے تو بالصراحت کہا۔ چنانچہ ایک جگہ سے رپورٹ آئی جس میں ایک شخص کے متعلق لکھا تھا کہ وہ کہتا ہے۔ فاسق و فاجر کے پیچھے تو نماز ہو سکتی ہے لیکن فلاں کے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ مگر میرا مذہب یہ ہے اور یقیناً" یہ صحیح ہے کہ اگر کوئی یہاں تک بھی دیکھ لے کہ اس کے کسی عزیز یا رشتہ دار کو کسی نے قتل کر دیا ہے تو اس کے پیچھے بھی نماز پڑھ لینی جائز ہے۔ ہاں اگر وہ اکثر رائے سے امامت سے الگ کر دیا جائے۔ تو پھر اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ ایسے موقعہ کے لئے امام کو بھی حکم ہے کہ وہ امامت سے ہٹ جائے یا پھر اس وقت اس کے پیچھے نماز درست نہیں جب اس شخص پر عدالت کی طرف سے الزام لگا دیا جائے۔ اور اس کو اس فعل کا ملزم قرار دیا جائے۔ ان حالات کو دیکھ کر مجھے کہنا پڑتا ہے کہ ان امور میں ہمارے لئے ابھی اور اصلاح کی ضرورت ہے اور ساتھ ساتھ دعا بھی کرنی چاہئے۔ کیونکہ دعا کے بغیر ہم خدا تعالیٰ کی توجہ کو کھینچ نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لوگوں سے کہہ دو کہ وہ خدا کو نہیں پکاریں گے تو خدا تعالیٰ کو ان کی پرواہ ہی کیا ہے۔ **قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤ کم** (الفرقان ۷۸) سلسلہ کے پھیلانے کے یہی معنے ہیں کہ سب سلسلوں کو تباہ کر دیا جائے اور اگر ہم کچھ نہ کریں تو یہ خیال کرنا کہ خدا تعالیٰ ہمارے لئے ساری دنیا کو تباہ کر دے گا کیسی بے وقوفی کی بات ہے ہمیں اپنی طرف سے کوشش کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا چاہئے پھر خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت ہمارے لئے جوش میں آئے گی۔

اس کے بعد میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ پرسوں خبر آئی ہے مولوی محمد احسن صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ ان کا اختلاف ایسی عمر میں ہم سے ہوا۔ جب انسانی عقل کمزور ہو جاتی ہے اور قویٰ میں فتور واقع ہو جاتا ہے۔ تاہم وہ باوجود اختلاف کے مجھے خط لکھتے رہے اور اپنا تعلق ظاہر کرتے رہے۔ بیماری کے ان آخری ایام میں بھی انہوں نے لکھا کہ کوئی آدمی بھیجیں۔ مگر میں نے ارادتاً" خاموشی اختیار کی کہ کہیں کوئی اور فتنہ نہ پیدا ہو جائے۔ ان کی وفات کے متعلق جس شخص نے رپورٹ دی ہے وہ لکھتے ہیں کہ وہ اپنی وفات کے قریب بار بار آپ کو یاد کرتے تھے۔ ان کے لئے بعض مجبوریاں بھی تھیں۔ ان کی حالت ایک فالج زدہ شخص کی سی تھی۔ وہ نہ اپنے آپ پاخانہ کر سکتے تھے نہ پیشاب۔ اور بڑھاپے میں ایسی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں ایسی حالت میں جب کہ وہ دوسروں کے سہارے زندگی گذارتے تھے انہوں نے کمزوری دکھائی وہ قابل معافی ہو سکتی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابی تھے گو بعد میں ان کو ہمارے ساتھ اختلاف ہو گیا۔ مگر یہ جو عقیدت اور اخلاص ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھا وہ اپنے رنگ میں خاص تھا۔ وہ ہر بات میں سے حضرت صاحب کی صداقت کا ثبوت نکالا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی اس عادت کو دیکھ کر ایک

دفعہ یہاں تک کہا گیا کہ ان سے اگر اینٹ کی تعریف پوچھی جائے تو اس سے بھی وہ حضرت صاحب کی تائید کا پہلو نکال دیں گے۔ غرض وہ حضرت صاحب کے پرانے صحابی تھے۔ اور بڑھاپے میں ان سے کوئی کمزوری ہوئی اس میں وہ ایک حد تک مجبور تھے۔

ان سے ایک اہم غلطی بھی ہوئی جو میرے متعلق ہے اور میں معاف کرتا ہوں۔ وہ غلطی یہ ہے کہ انہوں نے میرے متعلق کہا تھا کہ میں نے ہی اسے خلیفہ بنایا تھا میں ہی اسے معزول کرتا ہوں۔ میرے خیال میں اس کی سزا دنیا میں انہیں کافی مل گئی ہے۔ اور ایسے وقت میں سزا مل جانے سے میں سمجھتا ہوں کہ ان کا قصور معاف ہو گیا ہوگا۔ اس وقت میں نماز کے بعد ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ سب لوگ میرے ساتھ شامل ہوں۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ایسے قصوروں پر جنازہ پڑھنا درست نہیں۔ لیکن جب تک کسی جنازہ پڑھنے سے روکا نہ جائے۔ اور اس کے لئے صریح حکم نہ مل جائے اس وقت تک پڑھنا ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تو ابی ابن سلول منافق کا جنازہ بھی پڑھا تھا۔ بعض لوگ اسے یہاں تک وسعت دیتے ہیں کہ عیسائیوں کا جنازہ بھی پڑھ لینا چاہئے لیکن یہ آواز چونکہ ایک یا دو کی ہے اس لئے میں اس پر عمل کرنے سے ڈرتا ہوں۔ پھر اس کے لئے کوئی شرعی سند بھی نہیں۔ اگر کوئی ہوتی تو پھر اس کی بھی کوشش کرتا۔ مولوی صاحب تو پھر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ آج نماز کے بعد ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ سب دوست اس میں شامل ہوں۔

گو یہ لوگ ہم سے اختلاف رکھتے ہیں تاہم ایسے موقعوں پر یہ دعا بھی کرنی چاہئے کہ خدا ان کو ایسے رنگ میں وفات دے کہ ان کے متعلق جنازہ پڑھتے وقت کسی قسم کا انقباض پیدا نہ ہو۔ جو ان کے لئے دعا کرنے سے روکے۔ اور نہ ہی یہ خلافت کے انکار اور دیگر مسائل میں اختلاف کا گناہ اپنے سر پر لے جائیں۔

(الفضل ۳ اگست ۱۹۲۶ء)

۱۔ تفسیر فتح الباری جلد ۷ صہ ۳۰۴ ۲۔ بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الجمعہ